OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

سامی مذاہب کی تاریخ، ان میں مذہبی حساسیت اور پاکستانی قانونِ توہینِ رسالت: ایک مطالعہ

A Study of the History of Semitic Religions, Religious Sensitivity in these Religions and Blasphemy Law in Pakistan

Fawad Saeed
Doctoral Candidate Islamic Studies, Qurtuba University, Peshawar
Dr. Mushtaq Ahmad
Dean Faculty of Social Science, Qurtuba University, Peshawar
Dr. Sohail Akhtar
Lecturer, Department of History, Ghazi University, Dera Ghazi Khan

Abstract

This paper discusses the religious sensitivity in light of Semitic religions and blasphemy law in Pakistan. It argues that religious sensitivity refers to insulting the reputation, fame and honor, greatness or glory of any Messenger or using defamatory words about any religion or finding fault in any kind of religious book or uttering such words that hurt their followers. The followers of every religion are convinced of the respect and honor of their founders, because no one can have heartfelt devotion and commitment to any leader unless there is a firm belief in the moral purity and high character of that person. But Judaism and Christianity is completely different in this regard. On the one hand, they consider the prophets and messengers to be the messengers of God, and on the other hand, they impose such moral accusations on their character that they imagine the messenger to be an ordinary noble person. On the contrary, the Holy Quran declares the purity of all prophets. And acquits the prophets of all the accusations that we find in the Bible. According to Islamic

CC BY

belief, all prophets are innocent, they are free from all kinds of minor and major sins. And these events are a cause of heartache for the Muslims of today. Apart from this, the accusations made by Jews and Christians about Islam cause severe pain to the Muslims, besides, the Holy Qur'an describes such events as *fitna*. The blasphemy laws in Pakistan owe their existence to the British laws in the subcontinent in the 19th century. About a century before the partition of India, in 1860, the British added three laws named Sections 295, 296 and 298 to the Indian Penal Code due to increasing crimes of religious nature.

Keywords: Religious Sensitivity, Semitic Religions, Blasphemy, Pakistan

تمہید

سامی مذاہب (Semitic Religions) سے مراد وہ مذاہب ہیں جو سام بن نوحؑ کی اولاد سے نکلتے ہیں، سامی یا الہامی مذاہب کہلاتے ہیں۔ سامی اور الہامی دونوں کی اصطلاح اس کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ انہیں الہامی مذاہب کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ تینوں مذاہب کی بنیاد الہام الٰہی یا وحی الٰہی پر ہے۔ سامی مذاہب میں مندرجہ ذیل تین مذاہب شامل ہیں: ۱۔ یہودیت ۲۔ مسیحیت ۳۔ اسلام۔ حضرت نوحؑ کے بیٹوں کی نسل سے ہی مذاہب کی تقسیم ہوتی ہے اور اس کے اقسام وہاں سے ہی ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ مثلاً حضرت نوحؑ کے تین بیٹے سام، حام اور یافث تھے۔ ان میں سے سام کی اولاد کو سامی کہتے ہیں اور تمام انبیائے کرام سامی نسل میں ہی پیدا ہوئے۔ حام کی اولاد میں سے اس کے پوتے 'حت' کی اولاد 'حِتی' (حطی) کہلائی۔ جس میں آریائی مذاہب اور دیگر اقوام شامل ہیں۔ اس کو 'غیر سامی' مذاہب کہتے ہیں۔[1] مورخین کے نزدیک زمین کی اس وقت کی عام نسلِ انسانی کی بازگشت انہیں تینوں فرزندوں کی طرف ہے ایک گروہ 'حامی' نسل کا ہے جو افریقہ کے علاقے میں رہائش پذیر ہے جبکہ دوسرا گروہ 'سامی' نسل کا ہے جو شرق اوسط اور مشرق قریب کے علاقے میں رہائش پذیر ہے جبکہ 'یافث' کی نسل چین کے ساکنین کو سمجھا جاتا ہے۔ غیر سامی مذاہب سے وہ مذاہب مراد ہیں جن کا تعلق سام بن نوحؑ کی اولاد سے نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہودیت، مسیحیت اور اسلام کے علاوہ باقی ماندہ سارے مذاہب غیر سامی مذاہب میں شمار کئے جاتے ہیں۔[2]

یہودیت کا تعارف

یہودیت وہ مذہب ہے جس میں ایک ایسا عقیدہ ہو جو خالص توحید پر اعتقاد رکھتا ہو اور اس عقیدے کے زندگی پر عملی اثر کو تسلیم کرتا ہو، یہودیت کہلاتا ہے۔[3] انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز اینڈ اتھیکس کے مطابق یہودیت دو اصولوں پر مبنی ہے۔ اولاً خدا کی وحدانیت جبکہ دوم بنی اسرائیل کا پسندیدہ اور محبوب ترین امت ہونا۔ یہودیت بت پرستی اور متعدد خداؤوں کی پوجا (شرک) کو

مسترد کرتی ہے کیونکہ وہ ایک رب العالمین پر عقیدہ رکھتی ہے۔[4] شیخ احمد دیدات اپنی کتاب میں یہودیت کی تعریف کچھ یوں کرتے ہے: ''یہودیت وہ مذہب ہے جس میں ایک خدا پر ایمان کے ساتھ ساتھ ایک نسل کی برتری و عظمت کا عقیدہ بھی داخلِ دین ہے''۔ یعنی ان کے مطابق یہودی مذہب کے دو بنیادی اصول ہیں۔ ا۔ خدا کی وحدانیت ۲۔ بنی اسرائیل کی فضیلت۔[5] یہودیت کی اساس انتہائی قدیم عقائد پر مبنی ہے کیونکہ دورِ حاضر کے تمام موجودہ مذاہب میں سب سے قدیم ترین مذہب وہ یہودیت ہے۔ اس مذہب میں ایک چھوٹی سی قوم کا اعتقاد ہے جس کو اسی مناسبت سے یہودی کہتے ہیں۔ یہودیت کی کوئی معین اور معروف تعریف کرنا مشکل ہے کیونکہ اس مذہب کے کم سے کم عقائد کا تعین نہیں کیا جا سکتا جو یہودی بننے کے لئے لازم اور ضروری ہیں لہٰذا یہودیت کے بعض معروف تعریفوں کو یہاں پر نقل کیا جاتا ہے۔ مذاہب کی تاریخ میں یہودیت کو خاص اہمیت اس وجہ سے حاصل ہے کہ یہودیت وہ قدیم ترین زندہ مذہب ہے جس کے ذریعے دنیا خدائے واحد سے آشنا ہوئی۔ اس کے علاوہ حضرت ابراہیمؑ نے اسی دینِ توحید اور دینِ حنیف کی تبلیغ کی۔ حضرت ابراہیمؑ کے دور نے خَتنے کا رواج دیا اور جو بعد ازاں یہودی مذہب کا شعار قرارر دیا گیا۔ انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے: ''یہودی مذہب کے تعلیمات اور قانون دو حصوں پر مشتمل ہیں۔ اولاً تحریری قانون جبکہ دوم زبانی قانون۔

حضرت موسیٰؑ پر وادی سینا میں جس قانون کا الہام ہوا تھا اس کے احکامات پوری طرح واضح نہیں تھے تاہم حضرت موسیٰؑ چالیس دن تک کوہ طور میں مقیم رہے اس کے بعد جو ہدایت ملی وہ تحریری (مکتوبی) قانون کی تشریح ہیں اور یہ زبانی قانون کی تشریح ہیں۔ جس کو وادی سینا میں موسیٰؑ پر عطاء شدہ قانون کہا جاتا ہے مگر عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ زبانی قانون کے بعد کے مذہبی رہنماؤں کی من گھڑت باتیں ہیں اور اس بات میں صداقت بھی موجود ہے کیونکہ واقعتاً زبانی قانون کا بڑا حصہ قدیم یہودی روایات ہیں جن کا ایک بڑا حصہ سامی یہودیوں نے سامی نسل کے مشترکہ رسوم و قانون سے حاصل کیا تھا"۔[6] بنی اسرائیل سامی الاصل تھے ان کے اصلی وطن کے بارے میں شدید اختلافات پائے جاتے ہے تاہم اکثریت کا خیال یہ ہے کہ عراق ہی ان کا قدیم مسکن رہا ہے کیونکہ اسرائیلیوں کے جدامجد بابل کے ایک شہر ''اُر'' کے رہنے والے تھے۔ مشہور مؤرخ ای ای کیلٹ کا کہنا ہے کہ اسرائیلیوں کا مصر آنا اس بات کا ثبوت پیش کرتی ہے کہ یہودی فلسطین میں یوشع سے پہلے بھی آباد تھے۔ جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ یہودی دریائے فرات کے ساحلی علاقے کے رہنے والے تھے ان کے آباؤ اجداد قدیم زمانے میں فرات سے اس پار رہائش پذیر تھے۔

مسیحیت کا تعارف

مسیحیت مذہب پہلی صدی عیسوی میں وجود میں آیا۔ یسوع مسیح[7] جن کو اسلامی دنیا میں عیسیٰؑ ابن مریم کے نام سے پکارتی ہے ان کو تثلیث کا ایک جز و یعنی خدا ماننے والے مسیحی کہلاتے ہیں تاہم بعض فرقے یسوع کو خدا نہیں مانتے وہ انہیں ایک نبی یا عام انسان مانتے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کا تعارف

آپ کا نام یشوع، عبرانی میں یسوع اور عربی میں عیسیٰ تھا جو انگریزی میں (Christ) بن گیا۔ یسوع کے معنی سید اور مبارک لہٰذا اس کے معنی ہوئے ''نجات دلانے والا''۔ مسیح آپؑ کا دوسرا اسم مبارک ہے جو مسح سے مشتق ہے مسح کے معنی ہے کسی چیز پر ہاتھ پھیرنا اور اس سے بُرا اثر دور کرنا ہے یعنی بیماری وغیرہ دور کرنا۔[8] اسی طرح سیر اور چلنے کو بھی مسح کہتے ہیں۔ جیسے کہ: ''قبل

مسمی عیسا مسیحا فی الارض ای ذاھبا فیھا" یعنی "حضرت عیسیٰؑ کا نام مسیح اس لئے رکھا گیا کہ وہ زمین پر چلنے والے یا سیاحت کرنے والے تھے"۔

یسوع ناصری

حضرت عیسیٰؑ کو "یسوع ناصری" ناصرہ قصبہ کی نسبت سے کہا جاتا ہے۔ الغرض آپ کا ذاتی نام یشوع یا یسوع عیسیٰ تھا۔ مسیح آپ کا وصفی نام تھا اور ناصری آپ کا لقب تھا اور ابن مریم آپ کی کنیت تھی۔ قرآن مجید میں کسی بھی مقام پر انہیں یسوع "ایبل الابیلین" کے نام سے موسوم نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کے علاوہ دوسرے اسمائے صفت اس کے لئے استعمال ہوئے ہیں جیسے کلمہ اور روح۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (انما المسیح عیسی ابن مریم رسول الله و کلمته القاھا الی مریم و روح منه)[9] یعنی (مسیح مریم کے بیٹے عیسیٰ (نہ اللہ تھے اور نہ اللہ کے بیٹے) بلکہ اللہ کے بھیجے گئے پیغمبر اور رسول تھے۔[10] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں مسیحیت کی تعریف کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے کہ "وہ مذہب جو اپنی اصلیت کو ناصرہ کے باشندے یسوع کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اسے خدا کا منتخب (مسیح) مانتے ہیں۔[11] عیسائیت کی تعریف اس طرح بھی کیا جا سکتی ہے کہ یہ مذہب اخلاقی، تاریخی، کائناتی، موحدانہ اور کفارے پر ایمان رکھنے والا مذہب ہے جس میں خدا اور انسان کے تعلق کو خداوند یسوع مسیح کی شخصیت اور کردار کے ذریعے پختہ کر دیا گیا ہے۔[12] یہودیت کی طرح عیسائیت بھی دراصل ابراہیمی مذہب کی ایک شاخ ہے۔ یہودی مذہب سے اس کا بہت گہرا تعلق رہا ہے یہاں تک کے ابتداء میں عیسائیت یہودیت کا ایک حصہ تھا چنانچہ عیسائیت کو صحیح معنوں میں سمجھنے کے لئے یہودی تاریخ سے باخبر ہونا ضروری ہے۔ عیسائیت آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے اس کے پیروکار تقریباً دنیا کے تمام ممالک میں موجود ہیں۔ عیسائیت ایک بین الاقوامی مذہب ہے جو موجودہ دور میں سیاسی و معاشی قوت کا حامل ہے۔ اس کے پیروکار تعداد، سیاسی قوت اور معاشی اثر و نفوذ کے لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس مذہب والوں نے تاریخ پر دور رس اثرات مرتب کئے ہیں اور دورِ حاضر میں قابل توجہ ہے۔ عیسائیت کا ظہور اس دور میں ہوا جب یہودی قوم منتشر ہو چکی تھی ان کی آبادیاں بحیرہ روم کے آس پاس کے علاقوں میں قائم ہو چکی تھیں اور مشرق وسطیٰ کے دیگر علاقوں میں بھی ان کی آبادی بڑھ چکی تھی۔ فلسطین میں آریوں کی حکومت تھی جو رومیوں کے تابع تھے۔ اسی زمانے میں حضرت عیسیٰؑ کا ظہور ہوا۔ قرآن مجید میں حضرت مریمؑ کی عظمت اور برگزیدہ خاتون کی بشارت موجود ہے۔ اس مقام فضیلت کے بارے میں انہیں غیب سے اطلاع حاصل ہو چکی تھی۔ سورۃ آل عمران میں موجود ہے: (واذ قالت الملئکه یمریم ان الله اصطفک وطھرک واصطفک علی نساء العلمین۔ یمریم اقنتی لربک واسجده وارکعی مع الراکین)۔[13] یعنی (اور جب فرشتوں نے کہا! اے مریمؑ! بے شک اللہ نے چُن لیا ہے اور تجھے پاکیزہ کیا ہے اور سارے جہاں کی عورتوں پر تجھے فضیلت دی گئی ہے۔ اے مریم! اپنے رب کی فرمانبردار رہ اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ)۔[14] ان آیات میں حضرت مریمؑ پر لگائے گئے الزامات کی نفی ہو گئی کیونکہ عیسائی مذہب ماننے والے حضرت مریمؑ پر نعوذ باللہ زنا کا الزام لگاتے تھے۔ اس کے علاوہ عقیدہ تثلیث میں حضرت عیسیٰؑ کو بیٹا، حضرت مریمؑ کو ماں جبکہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو باپ تصور کرتے ہیں جس کی کوئی حقیقت موجود نہیں اور نہ ان کے پاس کوئی مستند اور معتمد دلیل موجود ہیں۔ عقیدہ تثلیث کے رد کے بارے میں قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد وارد ہوا ہے: (یاھل الکتاب لا تغلو فی دینکم ولا تقولوا علی الله الا الحق انما المسیح عیسی ابن مریم رسول الله ---- الخ)[15] "یعنی (اے اہل کتاب! دین میں غلو نہ کرو، اور اللہ پر سوائے حق بات کے کچھ

نہ کہو، بے شک مسیح عیسیٰؑ ابن مریم اللہ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ، وہ جو اس نے مریم کی طرف القاء فرمایا اور اس کی طرف سے روح تھے۔ پس اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ تین خدا ہیں اس قول سے باز آجاؤ! یہ تمھارے لئے بہتر ہے۔ بے شک اللہ تو ایک ہی معبود ہے، وہ اولاد (بیٹے) سے پاک ہے آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے اسی کا ہے اور اللہ ہی کافی ہے کارساز۔ بے شک مسیح اس بات میں بے عزتی نہیں سمجھتے کہ وہ اللہ کے بندے ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اور جو اس کی عبادت سے بے عزتی محسوس کرتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں، پس ان سب کو اسی کی طرف اکٹھا کیا جائے گا"۔[16] سیدنا عیسیٰؑ کے زمانے پیدائش میں حضرت زکریاؑ بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ (وکان زکریا نبیھم فی ذلک الزمان)[17] قاموس الکتاب بائبل کی لغات میں مسیح کی پیدائش کی تاریخ کچھ یوں لکھی ہے: "کہ خداوند مسیح س(1ء) ایک عیسوی میں پیدا ہوئے۔ انگریزی میں A.D سے جو Anno Domini کا مخفف ہے جس کے معنی ہیں "ہمارے خداوند کا سال"۔ سیدنا عیسیٰؑ کو دی جانے والی کتاب انجیل جس کے معنی ہیں "خوش خبری" یہ یونانی لفظ "Euangelicon" کا معرب ہے۔ یہ لفظ غالباً براستہ حبش (ایتھوپیا) عربی میں داخل ہوا کیونکہ یمن میں اہل حبش کی ایک مسیحی جماعت رہتی تھی۔ عہد نامہ جدید میں اس لفظ کا مفہوم خوشخبری ہے اور کسی بھی آیت میں اس کا مطلب "کتاب" یا "صحیفہ" نہیں ہیں۔ ۱۵۰ عیسوی کے بعد ہی اس لفظ کو کتاب (عہد نامہ) کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔[18]

اناجیل اربعہ

قاموس الکتاب میں اس عنوان کے ذیل میں لکھا ہے[19] کہ متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی اناجیل میں یسوع کے حالات زندگی، تعلیمات اور کاموں کو بیان کیا گیا ہے۔ پہلی تین اناجیل "اناجیل متوافقہ" کہلاتی ہیں کیونکہ اس میں بڑی حد تک یکسانیت پائی جاتی ہے۔ انجیل متی یسوع کو "موعودہ مسیح" کے طور پر پیش کرتی ہے، مرقس کی انجیل میں ان کے کاموں اور دعوت و تبلیغ کا تذکرہ ہے۔ لوقا انسانوں کے بارے میں یسوع کو بیان کرتا ہے۔ یوحنا کی انجیل منتخب یاداشتوں پر مشتمل ہے۔ جنہیں ایمان کو حرکت دینے کیلئے بڑے احتیاط کیساتھ ترتیب دیا گیا ہے۔ اناجیل نئے قسم کے ادب کا تعارف کرواتی ہے کیونکہ ان کی ساخت تواریخی ہے مگر یہ تاریخ خالص نہیں کیونکہ ہمعصر واقعات کا ذکر اتفاقی ہے اور اناجیل انہیں آگے بڑھانے کی کوشش نہیں کرتا۔ ان میں سوانح عمری کے بارے میں مواد تو مل سکتا ہے مگر ان الفاظ کے موجودہ وسیع معنوں کو سوانح حیات نہیں کہا جا سکتا۔ زبانی (تحریری) انجیل کی تصدیق کلیسا کے ایک ابتدائی بزرگ پیپاس نے کی۔ جو کے پہلی صدی کے آخر تک زندہ رہا۔ تثلیث فی التوحید (Trinity) مسیحیوں کا عقیدہ ہے مسیح مانتے ہیں کہ "خدا واحد ہے اس کی ذات میں تین اقانیم[20] کی کثرت ہے جو بمنزلہ محل صفات ہیں جو جوہر قدرت ازلیت میں برابر اور ذات وصفات میں متحد مگر فعل میں متمائز ہیں۔[21] انسائیکلاپیڈیا برٹانیکا میں تثلیث کی وضاحت کچھ اس طرح کی گئی ہے:

The father is God, the son is God and the holy spirit is God.[22]

یعنی "باپ بھی خدا ہے، بیٹا بھی خدا ہے اور روح القدس بھی خدا ہے بلکہ وہ تین خدا نہیں بلکہ ایک ہی خدا ہے"۔ مسیحیوں کے نزدیک باپ سے مراد خدا کی تنہا ذات ہے بیٹے سے مراد خدا کی صفت کلام (Word God) ہے انجیل یوحنا میں ہے کہ ابتداء میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔[23]

اسلام کا تعارف

اسلام سامی اور ابراہیمی ادیان میں سے آخری دین ہے۔ قرآن مجید کی روایات کی روشنی میں اس کے بعد کوئی دین یا شریعت نہیں آئے گا۔ اس دین کا آغاز سن ۶۱۰ء کو سعودی عرب کے شہر مکہ مکرمہ سے ہوا۔ اس دین کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ ہیں جنہوں نے آخری نبی ہونے کی وجہ سے خاتم الانبیاء کا لقب پایا۔ قرآن مجید اسلام اور مسلمانوں کی مقدس کتاب اور قبلہ اس کا خانہ کعبہ ہے جو مکہ مکرمہ میں واقع ہے۔ کچھ عرصے کے بعد پیغمبر اسلام اور آپ ﷺ کے ساتھیوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے جس کے بعد اسلام جزیرہ عرب پر تیزی سے پھیلنے لگا۔ اسلام کا لفظ س، ل، م[24] سے مشتق ہے۔ جس کے معنی صحت، عافیت اور ہر قسم کے عیب، نقص اور فساد سے دوری کے ہیں۔[25] لہٰذا اسلام کے معنی بغیر کسی قید و شرط کے مکمل فرمانبرداری اور اطاعت کے ہیں۔[26] چنانچہ خدا کے حکم پر کامل یقین اور اس کی عبادت میں اخلاص رکھنے کو بھی اسلام کہتے ہیں۔[27] اسلام کا لفظ قرآن مجید میں بھی مستعمل ہے اور قرآنی روایات کے مطابق اسلام کے علاوہ کوئی بھی دین قابل قبول نہیں ہے۔[28] اور اسلام کے آنے کے بعد خدا کے ہاں فقط اسلام ہی معتبر دین ہے۔[29] دین اسلام کا بانی حضرت محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے۔ خدا کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ جزیرۃ العرب کے ایک معروف قبیلہ قریش کے چشم و چراغ ہیں اور سنہ ۵۷۰ء میں مکہ مکرمہ میں متولد ہوئے۔ مسلمانوں کی مقدس اور آسمانی کتاب قرآن مجید ہے جو مسلمانوں کے اعتقادات اور فروعات کا اصلی ماخذ ہے اسلامی تعلیمات کی رو سے فرشتہ وحی (حضرت جبرائیلؑ) کے ذریعے پیغمبر اسلام پر نازل ہوا ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کی تحریف سے پاک اور منزہ ہے۔ اسلام کی اصلی تعلیمات، اعتقادات، اخلاقیات اور عملی احکام پر مبنی ہیں۔

۱۔ **اعتقادات:** ان بنیادی اصول اور مجموعہ کو اعتقاد اور اصولِ دین کہا جاتا ہے جو دین اسلام کی اساس کو تشکیل دیتے ہیں اور ہر مسلمان کا ان پر پختہ یقین اور عقیدہ رکھنا ضروری ہوتا ہے یعنی ان اصول میں سے کسی ایک کا انکار موجب کفر اور عذاب خداوندی کا باعث ہے۔

۲۔ **اخلاقیات:** ایسی خصلتیں جو ہر مسلمان کے لئے ضروری ہیں کہ اپنے آپ کو ان خصلتوں سے مزین کریں اور ان کے متضاد خصلتوں سے اپنے آپ کو پاک کریں۔

۳۔ **احکامات:** انسان کی عملی زندگی سے متعلق ایسی تعلیمات جن پر عمل پیرا ہو کر انسان اپنی دین اور آخرت کو سعادت مند زندگی میں تبدیل کر سکتا ہے۔ یہ دستورات ان کے معاش سے مربوط ہو یا معاد سے اس کے فردی زندگی سے مربوط ہو یا اس کی اجتماعی زندگی سے اس کا تعلق ہو۔

اسلامی اعتقادات تین کلِ اصل یعنی توحید، نبوت اور معاد میں تقسیم ہوتی ہیں جنہیں اصولِ دین کہا جاتا ہے یعنی ایسے اصول جن پر عقیدہ رکھنا ہر مسلمان کے لئے لازمی اور ضروری ہے اپنے اعتقادات کے ذریعے مسلمانوں کو دوسرے ادیان سے ممتاز کرتی ہیں۔ جبکہ دوسرے اعتقادات میں فرشتے، عالم برزخ، عالم زر، حضرت آدمؑ کا مٹی سے تخلیق اور آدمؑ سے انسانوں کی نسل کا جاری رہنا مسلمانوں کا اتفاقیہ مسئلہ ہے۔

مذہبی حساسیت کا تعارف

حساسیت کے لغوی معنی ہیں بہت محسوس کرنے والا۔ جس کی قوتِ حس بہت زیادہ تیز ہو، تیزی سے عمل کرنے والا۔ سریع العمل، سریع التاثر۔ اصطلاح شریعت میں حساسیت سے مراد حواس یاطبیعت پر اثر انداز ہونی والی غیر معمولی خصوصیت جو کسی شے میں پائی جائے، حساسیت کہلاتا ہے۔

مذہبی حسیاسیت

مذہبی حساسیت سے مراد کسی بھی رسول کی آبرو، شہرت وعزت، عظمت یاشان میں گستاخی کرنا یاکسی بھی دین کے بارے میں ہتک آمیز الفاظ کا استعمال کرنا یاہر قسم کی مذہبی کتاب میں عیب جوئی کرنا یاایساکلام بیان کرنا جس سے عوام کے دلوں کو تکلیف پہنچتی ہو اور فتنہ پھیلنے کا اندیشہ ہو، مذہبی حساسیت کہلاتی ہے۔

مذاہب کی روشنی میں مذہبی حساسیت

ہر دین کے پیروکار اپنے بانیانِ مذاہب کے احترام اور اعزاز کے قائل ہیں کیونکہ کسی بھی رہنماسے اس وقت تک قلبی عقیدت اور وابستگی نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس شخصیت کی اخلاقی پاکیزگی اور بلند کردار کا پختہ یقین نہ ہو مگر یہودی قوم کا معاملہ اس ضمن میں بالکل الگ ہے وہ ایک طرف تو انبیاء اور رسل کو خدا کا فرستادہ مانتے ہیں تو دوسری طرف ان کی سیرت وکردار پر ایسے اخلاق سوز الزمات لگاتے ہیں جن کا تصور رسول تو کجا ایک عام شریف انسان کے متعلق بھی نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت نوحؑ کے بارے میں بائبل میں مذکور ہے: ''اور نوح کاشت کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا۔ اس نے اس کی شراب پی، اسے نشہ آیا اور اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا۔[30] حضرت لوطؑ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: ''آوَ آج کو اس (حضرت لوطؑ) کو مَے پلائیں اور تو بھی جاکر اس سے ہم آغوش ہو''۔[31] یعنی حضرت لوطؑ پر شراب خور اور بدکاری کا ناقابل غلیظ الزام لگایا۔ بائبل کی کتاب پیدائش اور تالمود میں حضرت یعقوبؑ پر بے صبری اور ناشکری کا بہتان ہے۔ اس کے علاوہ ان کا خدا اسے تمام رات کشتی لڑنے کا ذکر بھی موجود ہے۔ حضرت سلیمانؑ کے متعلق یہ لکھتے ہیں: ''سلیمان نے خداوند کے آگے بدی کی اور اس نے خدا کی پوری پیروی نہ کی''۔ نیز اسی میں حضرت سلیمانؑ پر بت برستی، شرک، عورتوں سے نکاح کرنے اور ان کے عشق میں مبتلا ہو جانے کا ذکر بھی ہے۔[32] حضرت داوَدؑ پر اپنے ایک ملازم کی خوبصورت جوان بیوی کی تاک جھانک کرنے کا الزام ہے۔ اسی طرح اس کے عشق میں مبتلا ہونے اور اس سے بدکاری کا الزام بھی موجود ہے۔[33] اسی طرح حضرت موسیٰؑ پر عشق بازی، حضرت ہارونؑ پر شرک و کفر اور گائے پرستی جبکہ حضرت ایوبؑ پر بے صبری کا الزام درج ہے۔

یہ سارے الزامات بائبل میں درج ہیں تاہم قرآن مجید تمام انبیاء کرام ورُسل کی پاکیزگی کا اعلان کرتا ہے۔ اور ان تمام الزامات سے انبیاء کو بری الذمہ ٹھہراتا ہے، جن کا تذکرہ ہمیں بائبل میں ملتا ہے۔ اسلامی عقیدے کے مطابق تمام انبیاء معصوم عن الخطاء ہیں، وہ ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے پاک ہیں۔ اور یہی واقعات عصر حاضر کے مسلمانوں کے لئے دل الزاری کا سبب بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسلام کے بارے میں یہ یہودی جو الزامات عائد کرتے ہیں مسلمانوں کو اس سے سخت تکلیف پہنچتی ہیں علاوہ ازیں قرآن مجید ایسے واقعات کو فتنے سے تعبیر کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے: (قاتلوھم حتی لاتکون فتنہ ویکون الدین للہ)۔ پاکستان میں توہینِ مذہب کا قوانین ۱۹ویں صدی میں برصغیر میں انگریزوں کے رائج قوانین کے مرہون منت ہے۔ تقسیم ہند سے تقریباًایک صدی قبل 1860ء میں انگریزوں نے مذہبی نوعیت کے بڑھتے ہوئے جرائم کے سبب دفعہ 295-296اور 298 کے نام سے تین قوانین انڈین ضابطہ تعزیرات میں شامل کئے تھے۔

ان کے تحت کسی بھی عبادت گاہ کی بے حرمتی کرنا، مذہبی تقریب میں خلل ڈالنا اور مذہبی جذبات کو دانستہ طور پر مجروح کرنا جرم قرار دیا گیا تھا۔ انگریزوں کے بنائے گئے یہ قوانین کسی مخصوص مذہب کے لئے مختص نہیں تھے اور نہ ہی ان میں سے کسی قانون میں موت کی سزا متعین کی گئی تھی۔ پاکستان میں فوجی آمر جنرل ضیاء الحق (1977۔1988) نے مذہبی طور پر قدامت پسند دور میں توہین مذہب کے خلاف اضافی قوانین متعارف کئے جو بالخصوص اسلام سے متعلق تھے۔ ان قوانین میں سیکشن B-295 (1982)، C-295 (1986)، A-298 (1980)، B-298 اور C-298 (دونوں 1984) میں شامل کیے گئے ہیں۔

آج پاکستانی قانون میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا قانون سیکشن A-295 (مذہبی جذبات ابھارنے، غم و غصہ پھیلانے)، B-295 (قرآن کی بے حرمتی کرنے) اور A-298 (پیغمبر اسلام کے خاندان، ان کے ساتھیوں یا کسی بھی خلیفہ کی بے حرمتی) ہیں۔ ان میں اکثر قوانین کے تحت جب الزام عائد کیا جاتا ہے تو محکمہ پولیس کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ملزم کو گرفتار کر کے کسی بھی وارنٹ کے بغیر اپنی تحقیقات کا آغاز مجسٹریٹ کی عدالت میں کر سکتے ہیں۔

اسلام اور قرآن مجید کا مزاق اڑانا اور پیغمبر اسلام ﷺ اور دیگر انبیاء کرامؑ کے سلسلے میں زبان و قلم سے وسیع پیمانے پر اپنے غلط تخیلات و شائع کرنا بہت بڑا فتنہ ہے کیونکہ کوئی بھی شخص کسی بھی صورت میں راہ خدا میں رکاوٹ ڈالے اور عوام کو دینِ حق سے بدگمان کرے تو یہ فتنہ عظیم ہے۔ اس لئے جہاد اور جنگ صرف زمینی سرحدوں پر حملہ کرنے کے خلاف ہی نہیں بلکہ انبیاء کرامؑ کے ناموس، مذہبی کتب کا مزاق اڑانے اور اسلام کا مزاق اڑانے والوں کے خلاف بھی جہاد کرنا لازم اور ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا: "الفتنہ اشد من القتل"۔

اسلامی دینیاتی فکر تمام مسلمانوں کی عزت اور ناموس کے ساتھ ساتھ تحفظ ناموس کا درس بھی دیتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی انسان کا معیار عزت ناموس اور عصمت و عفت مذہبی حدود میں قید نہیں بلکہ مذہب سے بالاتر ہو کر اس کا خیال کرنا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے: (ولا تمسکو بعصوم الکوافر)۔[34] یہ اسلامی دینیات کا عالمی اصول و قانون ہے۔ چنانچہ تالمود کے نزدیک دوسرے مذاہب کی عورتوں کو مویشیوں سے تشبیہ دی گئی ہے علاوہ ازیں دوسرے مذاہب والے خواتین کے ساتھ زنا کی اجازت دے دی گئی ہے۔[35] اس کے علاوہ یہودیت میں تو یہودی اور مسیحیت میں مسیحی، یہودی اور مسیحی سماج کے باقاعدہ افراد تسلیم نہیں کئے جاتے بلکہ ان کے لئے علیحدہ نام رکھے جاتے ہیں جیسے Righteous, Converser, Gentiles وغیرہ۔ اس کے برعکس اسلامی دینیات کافر کے اعلان اسلام کو بھی قبول کرتا ہے اور اس کو مسلمان نہ کہنے پر اس کی شدید مذمت کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومناً)۔[36] یعنی (اگر کوئی تمہیں اسلام پیش کرے تو تم اس سے نہ کہنا کہ تم مومن نہیں ہو)۔ اسی بنا پر جب سلمان فارسیؓ نے اسلام قبول کیا تو پیغمبر ﷺ نے فرمایا: "سلمان منا"۔[37] پیغمبر اکرمؐ کی سیرت طیبہ بھی اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ ان کے دشمنوں کے ساتھ سختی سے مقابلہ کرو جو اپنے غلط پروپیگنڈوں کے ہتھیار سے اپنی اخلاقی تہذیب کو رواج دے کر اسلام سے جنگ پر آمادہ ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ ایسے لوگوں کے لئے موت سے کم تر سزا معین نہیں فرماتے تھے۔[38]

خلاصۂ بحث

مذہبی حساسیت سے مراد کسی بھی رسول کی آبرو، شہرت و عزت، عظمت یا شان میں گستاخی کرنا یا کسی بھی دین کے بارے میں ہتک آمیز الفاظ کا استعمال کرنا یا ہر قسم کی مذہبی کتاب میں عیب جوئی کرنا یا ایسا کلام بیان کرنا جس سے عوام کے دلوں کو تکلیف

پہنچتی ہو اور فتنہ پھیلنے کا اندیشہ ہو، مذہبی حساسیت کہلاتی ہے۔ ہر دین کے پیروکار اپنے بانیانِ مذاہب کے احترام اور اعزاز کے قائل ہیں کیونکہ کسی بھی رہنما سے اس وقت تک قلبی عقیدت اور وابستگی نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس شخصیت کی اخلاقی پاکیزگی اور بلند کردار کا پختہ یقین نہ ہو۔ مگر یہودی قوم کا معاملہ اس ضمن میں بالکل الگ ہے وہ ایک طرف تو انبیاء اور رسل کو خدا کا فرستادہ مانتے ہیں تو دوسری طرف ان کی سیرت و کردار پر ایسے اخلاق سوز الزمات لگاتے ہیں جن کا تصور رسول تو کجا ایک عام شریف انسان کے متعلق بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے برعکس قرآن مجید تمام انبیاء کرام ورُسل کی پاکیزگی کا اعلان کرتا ہے۔ اور ان تمام الزامات سے انبیاء کو بری الذمہ ٹھہراتا ہے، جن کا تذکرہ ہمیں بائبل میں ملتا ہے۔ اسلامی عقیدے کے مطابق تمام انبیاء معصوم عن الخطاء ہیں، وہ ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے پاک ہیں۔ اور یہی واقعات عصر حاضر کے مسلمانوں کے لئے دل ازاری کا سبب بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسلام کے بارے میں یہ یہودی جو الزامات عائد کرتے ہیں مسلمانوں کو اس سے سخت تکلیف پہنچتی ہیں علاوہ ازیں قرآن مجید ایسے واقعات کو فتنے سے تعبیر کرتا ہے۔ پاکستان میں توہینِ مذہب کا قوانین ۱۹ویں صدی میں برصغیر میں انگریزوں کے رائج قوانین کے مرہون منت ہے۔ تقسیم ہند سے تقریباً ایک صدی قبل 1860ء میں انگریزوں نے مذہبی نوعیت کے بڑھتے ہوئے جرائم کے سبب دفعہ 295-296اور 298 کے نام سے تین قوانین انڈین ضابطہ تعزیرات میں شامل کئے تھے۔

References

[1] Muhmmad Ḥabīb Sultān, Tarjmān al-Qurān (Lahore: Ever New Book Publiser), 846.
[2] Ḥāfiz Muhammad Ṣadīq, Sawālāt-e-‘Arūdh (Bahālpūr: Subḥān Publications), 93.
[3] Encyclopedia of Bartanika, 13: 105.
[4] Encyclopedia of Religions and Ethics, 1: 581.
[5] Shaikh Aḥmad Dīdāt, Masīḥat aur Islam (Lahore: Mushtāq book Corner), 30.
[6] Encyclopedia of Bartanika, 13: 166.
[7] Dāira al-Mu‘āraf Bartanika, 2010.
[8] Imām Rāghab Aṣfhānī, Mufrdāt al-Qurān, 1: 76.
[9] Al-Nisā 4: 171.
[10] Encyclopedia, 5: 693.
[11] Encyclopedia of religion & Ethics. James Hasting. V:3, p 518, New York, 1910.
[12] Imām Juzī, Tazkrat al-Hufāz, 1342.
[13] Al-Imran 3: 42, 43.
[14] Ṣalāḥ al-Dīn Yūsuf, Aḥsan al-Bayān (Lahore: Dār al-Salām, 1998AD), 174.
[15] Al-Imrān 3: 42, 43.
[16] Ibn Kathīr, Qaṣaṣ al-Anbiyā, 445.
[17] Yūsuf, Aḥsan al-Bayān, 199.
[18] Qāmūs al-Kitāb, 912.
[19] Qāmūs al-Kitāb, 93.
[20] Qāmūs al-Kitāb, 73.
[21] Qāmūs al-Kitāb, 234.
[22] Encyclopedia Bartanika, 22: 479.
[23]Yūḥanā 1: 1.
[24] Afrīqī, Lisān al-Arab, 6: 345.
[25] Mujam Maqāsbīs Fī al-Lugha, 3: 90, 91.

[26] Afrīqī, Lisān al-Arab, 6: 345.
[27] Majma al-Baḥrain, 2: 407.
[28] Al-Imrān 3: 78.
[29] Al-Imrān 3: 19.
[30] Kitāb Pīdāish, 9: 20, 21.
[31] Kitāb Pīdāish, 9: 35.
[32] Salāṭīn Awal 11: 1-6.
[33] Samūil 11.
[34] Al-Zumar 60: 10.
[35] Shiblī, Maqāran al-Adyān, 2: 218.
[36] Al-Nisa 4: 94.
[37] Ibn al-Asīr, Asad al-Ghāba Fī Marfat al-Ṣaḥāba, 776.
[38] Muhammad Ismāīl Qureshī, Nāmūs Risālat aur Qānūn Tuḥīn Risālat (Lahore: Lair māl), 329.